www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حدیث و سنت

حافظ صلاح الدین یوسف

حدیثِ رسول ﷺ کی تشریعی حیثیت

ادلۂ شرعیہ اور مصادرِ شریعت کے تذکرے میں قرآن کریم کے بعد حدیثِ رسول ﷺ کا نمبر آتا ہے، یعنی قرآن کریم کے بعد شریعتِ اسلامیہ کا یہ دوسرا ماخذ ہے۔ حدیث کا اطلاق رسول اللہ ﷺ کے امور، افعال اور تقریرات پر ہوتا ہے۔ تقریر سے مراد ایسے امور ہیں کہ جو آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں کیے گئے لیکن آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہ کر اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ان تینوں قسم کے علومِ نبوت کے لئے بالعموم چار الفاظ استعمال کئے گئے ہیں: خبر، اثر، حدیث اور سنت

خبر: ویسے تو ہر واقعے کی اطلاع اور حکایت کو کہا جاتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کے ارشادات کے لئے بھی ائمہ کرام اور محدثینِ عظام نے اس کا استعمال کیا ہے اور اس وقت یہ حدیث کے مترادف اور اخبار الرسول کے ہم معنی ہوگا۔

اثر: کسی چیز کے بقیہ اور نشان کو کہتے ہیں، اور نقل کو بھی "اثر" کہا جاتا ہے۔ اس لئے صحابہ و تابعین سے منقول مسائل کو "آثار" کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آثار کا لفظ مطلقاً بولا جائے گا تو اس سے مراد آثار صحابہ و تابعین ہوں گے لیکن جب اس کی اضافت رسول کی طرف ہوگی یعنی "آثار الرسول" کہا جائے گا تو اخبار الرسول کی طرح آثار الرسول بھی احادیثُ الرسول کے ہی ہم معنی ہوگا۔

حدیث: کے معنی گفتگو کے ہیں اور اس سے مراد وہ گفتگو اور ارشادات ہیں جو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے۔ (1) سنت، عادت اور طریقے کو کہتے ہیں اور اس سے مراد عادات واطوارِ رسول ﷺ مراد ہیں۔ اس لئے جب سنتِ نبوی ﷺ یا سنتِ رسول ﷺ کہیں گے تو

(1) حدیث و سنت کی مذکورہ تعریفیں بعض لوگوں نے حدیث و سنت کے فرق کے طور پر کی ہیں، جس کا ذکر مقالہ نگار نے اگلے ہی پیروں میں کرکے انہیں غلط قرار دیا ہے۔ کیونکہ حدیث و سنت مترادف الفاظ ہیں۔ واضح رہے کہ اصطلاحی مفہوم اور لغوی مفہوم میں مناسبت یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس سے مراد نبی ﷺ ہی کے عادات واطوار ہوں گے۔

اول الذکر دو لفظوں (خبر اور اثر) کے مقابلے میں ثانی الذکر الفاظ (حدیث اور سنت) کا استعمال علوم نبوت کے لئے عام ہے اور اس میں اتنا خصوص پیدا ہوگیا ہے کہ جب بھی حدیث یا سنت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد نبی ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات ہی مراد ہوتے ہیں۔ اس مفہوم کے علاوہ کسی اور طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔

اگرچہ بعض لوگوں نے حدیث اور سنت کے مفہوم میں بھی فرق کیا ہے کہ سنت سے مراد آنحضرت ﷺ کے اعمال و عادات ہیں اور حدیث سے مراد اقوال اور بعض لوگوں نے اس سے بھی تجاوز کرکے یہ کہا کہ آپ کے اعمال و عادات عرب کے ماحول کی پیداوار تھیں، اس لئے ان کا اتباع ضروری نہیں۔ صرف آپ ﷺ کے اقوال قابلِ اتباع ہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں صحیح نہیں۔ محدثین کہتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت و اتباع کا مطلقاً حکم فرمایا ہے اور اسے کسی چیز سے مقید (مشروط) نہیں کیا ہے۔ جس طرح اس نے ہمیں اپنی کتاب (قرآن مجید) کی اتباع کا حکم دیا ہے اور اللہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ نبی ﷺ کی بات تم اس وقت مانو جب وہ اللہ کی کتاب کے موافق ہو، جس طرح اہلِ زیغ کہتے ہیں"

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

> ان قول من قال تعرض السنة علی القرآن فان وافقت ظاهره والا استعملنا ظاهر القرآن وتركنا الحديث جهل

چونکہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے منسوب اس چیز کو کہتے ہیں جسے راوی پیش کرتا ہے گویا وہ راوی (صحابی) کی بات ہونے کے ناطے "حدیث" کہلاتی ہے۔ اسی طرح سنت، رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہر بات کو کہتے ہیں۔

لیکن اپنے مشن کے اعتبار سے آپؐ کا ایک ہی دفعہ کا قول و فعل (بشمول سکوت) امت کے لئے طریقہ بن جاتا ہے لہٰذا اس تکلف کی ضرورت نہیں کہ آپؐ کسی کام کو بار بار کریں البتہ حدیث و سنت میں اعتباری یہ فرق کیا جاسکتا ہے کہ سنت ذاتی طور پر اللہ کے رسولؐ کا طریقہ ہے جبکہ حدیث اس کی "روایت" کو کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی بنیادی فرق نہیں جس طرح اسم اور مسمی ایک ہی شے ہوتے ہیں (ح۔م)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(اختلاف الحدیث برحاشیہ کتاب "الام" ج ۷، ص ۴۵، دارالشروق، بیروت)

یعنی "قبولیتِ حدیث کو موافقت قرآن سے مشروط کرنا جہالت (قرآن و حدیث سے بے خبری) ہے"

اور امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

والسنة مع القرآن علی ثلاثة اوجه: احدها ان تکون موافقة له من کل وجه فیکون توارد القرآن والسنة علی الحکم الواحد من باب توارد الادلة و تظافرها، الثانی ان تکون بیانا لما ارید بالقرآن و تفسیرا له، الثالث ان تکون موجبة لحکم سکت القرآن عن ایجابه اومحرمة لما سکت عن تحریمه ولا تخرج عن هذا الاقسام فلا تعارض القرآن بوجه ما، فما کان زائدا علی القرآن فهو تشریع مبتدأ من النبی ﷺ تجب طاعته فیه ولا تحل معصیته ولیس هذا تقدیما لها علی کتاب الله بل امتثال لما امر الله به من طاعة رسوله ولو کان رسول الله ﷺ لا یطاع فی هذا القسم لم یکن لطاعته معنی و سقطت طاعته المختصة به وانه اذا لم تجب الا فیما وافق القرآن، لا فیما زاد علیه لم یکن له طاعة خاصة تختص به وقد قال الله تعالی ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ۸۰) (اعلام الموقعین، ج ۲، ص ۳۱۴، بتحقیق عبدالرحمن الوکیل)

"یعنی حدیثی احکام کی تین صورتیں ہیں:

ایک تو وہ جو من کل الوجوہ قرآن کے موافق ہیں،

دوسرے وہ جو قرآن کی تفسیر اور بیان کی حیثیت رکھتے ہیں،

تیسرے وہ جن سے کسی چیز کا وجوب یا اس کی حرمت ثابت ہوتی ہے درآں حال یہ کہ قرآن میں اس کے وجوب یا حرمت کی صراحت نہیں ہے۔

احادیث کی یہ تینوں قسمیں قرآن سے معارض نہیں ہیں۔ جو حدیثی احکام زائد علی القرآن ہیں، وہ نبی ﷺ کی تشریعی حیثیت کو واضح کرتے ہیں یعنی ان کی تشریع و تقنین آپ ﷺ کی طرف سے ہوئی ہے جس میں آپ ﷺ کی اطاعت واجب اور نافرمانی حرام ہے اور اسے تقدیم علی کتاب اللہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ اللہ کے اس حکم کی فرماں برداری ہے جس میں اس نے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر اس (تیسری) قسم میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت نہ کی جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی اطاعت صرف انہیں باتوں میں کی جائے جو قرآن کے موافق ہوں گی تو پھر آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور آپ ﷺ کی وہ خاص اطاعت ہی ساقط ہو جاتی ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے ﴿ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ ﴾ "

حدیث کی اس تیسری قسم (زائد علی القرآن) ہی کی بابت نبی ﷺ نے بھی اپنی اُمت کو تنبیہی انداز میں فرمایا تھا:

"الا وانی اوتیت القرآن و مثلہ معہ" الحدیث

رواہ ابوداود، والدارمی (مشکوۃ : باب الاعتصام)

"خبردار! یاد رکھنا، مجھے قرآن بھی عطا کیا گیا اور اس کی مثل (یعنی سنت) بھی"

اور آپ ﷺ کا یہی وہ منصب ہے جو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ ﴾ (النحل : ۴۴)

"اے پیغمبر ﷺ! ہم نے تمہاری طرف قرآن اس لئے اتارا ہے تاکہ تم لوگوں کو اس کی تشریح و تبیین کر کے بتلاؤ"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس منصب کے مطابق توضیح و تشریح کی اور اس کے اجمالات کی تفصیل بیان فرمائی، جیسے نماز کی تعداد اور رکعات۔ اس کے اوقات اور نماز کی وضع و ہیئت۔ زکوۃ کا نصاب، اس کی شرح، اس کی ادائیگی کا وقت اور دیگر تفصیلات۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اجمالات کی یہ تفسیر و توضیحِ نبوی، امتِ مسلمہ میں حجت سمجھی گئی اور قرآن کریم ہی کی طرح اسے واجبُ الاطاعت تسلیم کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ نماز و زکوۃ کی یہ شکلیں عہد نبوی ﷺ سے آج تک مسلم و متواتر چلی آرہی ہیں۔ اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل و تفسیر جس طرح نبی ﷺ کا منصب ہے، بالکل اسی طرح عموماتِ قرآنی کی تخصیص اور اطلاقات کی تقلید بھی تبیینِ قرآنی کا ایک حصہ ہے اور قرآن کے عموم و اطلاق کی آپ ﷺ نے تخصیص و تقیید بھی فرمائی ہے اور اسے بھی امتِ مسلمہ نے متفقہ طور پر قبول کیا ہے۔ اسے زائد علی القرآن کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ آج کل بعض گمراہ اذہان اس طرح کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں ایسے عمومِ قرآنی کی پیش کی جاتی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے تخصیص کی گئی ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں کہا گیا ہے: ﴿ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا ﴾

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"چور (مرد و عورت) کے ہاتھ کاٹ دو" (المائدۃ: ۳۸)

السارق والسارقۃ بالکل عام ہے جس کے عموم میں ہر قسم کا چور آجاتا ہے لیکن اس عموم سے حدیثِ رسولؐ نے اس چور کو خارج کردیا جس نے رُبع دینار سے کم چوری کی ہو:

لا یقطع السارق الا فی ربع دینار فصاعدا"

(سنن نسائی، کتاب قطع السارق ج۲، ص ۲۵۵)

اس حدیث سے عموم میں تخصیص کردی کہ اس سے وہ خاص چور مراد ہے جس نے ایک خاص قدر و قیمت کی چیز چُرائی ہو نہ کہ ہر قسم کے چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے جیسا کہ "آیتُ السارق" کے عموم کا اقتضاء ہے۔ اس کے علاوہ چوری کے ضمن میں کچھ اور تخصیصات بھی احادیث سے ثابت ہیں نیز بعض فقہاء نے بھی بعض شرطیں عائد کرکے اس کے عموم میں مزید تخصیص کی۔ مثلاً چوری محفوظ کئے ہوئے مال سے کی گئی ہو، چور مجنون نہ ہو، اضطرار کا شائبہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ اگر ایسی صورتیں ہوئیں تب بھی چور "السارق" کے عموم میں شامل نہیں ہوگا۔

۲۔ قرآن کریم کی آیت ہے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾ (المائدۃ: ۳) "مُردار خون تمہارے لئے حرام ہیں" لیکن اس عموم میں حدیثِ رسول ﷺ نے تخصیص کی اور مچھلی، ٹڈی، جگر اور تلی (دو خون) حلال قرار دیئے:

"احلت لنا میتتان ودمان الجراد والحوت والکبد والطحال"

(سنن بیہقی بحوالہ بلوغ المرام)

حالانکہ عمومِ آیت کی رُو سے یہ چیزیں حرام قرار پاتی ہیں۔

۳۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾ ... الآیۃ (الانعام: ۴۵)

اس آیت میں کلمۂ حصر (اِلّا) کے ساتھ محرمات کی تفصیل ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ ان محرماتِ مذکورہ بالا کے علاوہ دیگر چیزیں حلال ہوں۔ لیکن اس عموم میں بھی حدیثِ رسول ﷺ سے تخصیص کی گئی اور ہر ذی ناب (کچلی والا) درندہ اور ذی مخلب (پنجے سے شکار کرنے والا) پرندہ بھی حرام کردیا گیا: "کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر" (اس مفہوم کی کئی روایات کتب حدیث میں ہیں) اسی طرح حدیث رسول ﷺ سے محرمات میں گدھے کا اضافہ کیا گیا ہے:

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

"ان اللہ و رسولہ ینھیانکم عن لحوم الحمر الاھلیۃ"

(بخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر، ج ۲، ص ۶۰۴)

۴۔ اسی طرح قرآن صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت بیان کرتا ہے۔ رضاعی بیٹی کی حرمت کا اضافہ حدیث رسول سے ہی کیا گیا ہے۔

۵۔ قرآن صرف دو بہنوں کو جمع کرنے سے منع کرتا ہے۔ خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کے جمع کرنے کی ممانعت قرآن کریم میں نہیں ہے۔ بلکہ ﴿ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ ﴾ کے عموم سے ان کے جمع کرنے کی اباحت نکلتی ہے۔ لیکن حدیثِ رسول ﷺ نے ہی اس عموم میں یہ تخصیص کی کہ ﴿ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ ﴾ کے حکم عموم میں خالہ بھانجی اور پھوپھی بھتیجی کو جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

۶۔ اسی طرح سورۃ النور میں زانی مرد و عورت کی جو سزا ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾ میں سو (۱۰۰) کوڑے بیان کی گئی ہے۔ یہ عام ہے جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے زانی کے لئے سو کوڑوں کی سزا ہے لیکن اس آیت کے عموم میں بھی حدیثِ رسول ﷺ نے تخصیص کردی اور آپ ﷺ نے اپنے طرزِ عمل سے بھی اس کی وضاحت فرمادی کہ سورۃ النور میں جو زنا کی سزا بیان کی گئی ہے وہ صرف غیر شادی شدہ زانیوں کی ہے۔ اگر زناکار مرد یا عورت شادی شدہ ہوں گے تو ان کی سزا سو کوڑے نہیں، جو قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ بلکہ رجم (سنگساری) ہے۔

اسی طرح اور متعدد مقامات ہیں جہاں قرآن کے عموم کو حدیثِ رسول سے خاص اور مقید کیا گیا اور جس کو آج تک سب بالاتفاق مانتے آئے ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کا جس طرح یہ منصب ہے کہ آپ ﷺ قرآن کے مجمل احکام کی تفسیر اور تفصیل بیان فرمائیں، جیسے نمازوں کی تعداد، رکعتوں کی تعداد اور دیگر مسائلِ نماز، زکوٰۃ کا نصاب اور اس کی دیگر تفصیلات، حج و عمرہ اور قربانی کے مناسک و مسائل اور دیگر اسی انداز کے احکام ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کو یہ تشریعی مقام بھی حاصل ہے کہ آپ ﷺ ایسے احکام دیں جو قرآن میں منصوص نہ ہوں جس طرح کہ چند مثالیں ابھی بیان کی گئی ہیں۔ انہیں ظاہر قرآن کے خلاف یا زیادہ علی القرآن یا نسخ قرآن باور کرا کے رد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ایسے احکامِ حدیثیہ کو ظاہر قرآن کے خلاف یا قرآن پر زیادتی یا قرآن کا نسخ کہنا ہی غلط ہے۔ [۲] یہ تو رسول اللہ ﷺ کا وہ منصب ہے جس کا قرآن نے اطاعتِ رسول ﷺ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کا مستقل حکم دے کر بیان فرمایا ہے: (النساء:۵۹)

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾

اس آیت میں اللہ کی اطاعت، رسول ﷺ کی اطاعت اور اولوالامر کی اطاعت کا حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے لیکن اولوالامر کی اطاعت کے حکم کے لئے الگ اطیعوا کے الفاظ نہیں لائے گئے البتہ اطیعوا اللہ کے ساتھ اطیعوا الرسول ضرور کہا، جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ جس طرح اللہ کی اطاعت مستقل ہے بالکل اسی طرح اطاعتِ رسول بھی مستقلاً ضروری ہے۔ تاہم اولوالامر کی اطاعت مشروط ہے، اطاعتِ خدا اور رسول کے ساتھ۔ اگر اولوالامر اطاعتِ رسول یا اطاعتِ الٰہی سے انحراف کریں تو "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" کے تحت ان کی اطاعت واجب نہیں رہے گی بلکہ مخالفت ضروری ہوگی۔ اور آیتِ مذکورہ کے دوسرے حصے ﴿ وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کیونکہ اگر صرف کتابِ الٰہی کو ہی ماننا کافی ہوتا تو تنازعات کی صورت میں صرف کتابِ الٰہی کی طرف لوٹنے کا حکم دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے کتابِ الٰہی کے ساتھ الرسول کی طرف لوٹنے کو بھی ضروری قرار دیا۔ جو رسول اللہ ﷺ کی مستقل اطاعت کے وجوب کو ثابت کر رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس مستقل اطاعت کے حکم کو قرآن کریم نے بڑا کھول کر بیان فرمایا ہے: ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ کو بہ تکرار متعدد جگہ ذکر فرمایا۔ مثلاً سورۂ نساء کے علاوہ المائدۃ: ۹۲، النور: ۵۴، سورہ محمد: ۳۳، التغابن: ۱۲ وغیرہ ——— نیز فرمایا:

---

(۲) حدیث میں وارد بظاہر مستقل احکامات کو "زیادۃ علی القرآن" یا نسخ قرآن کہنا صرف ایک انداز بیان ہی ہے۔ اگر احتیاط ہی ملحوظ رکھنا ہو تو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ دراصل قرآن کے احکامات کی عملی صورت کے لئے وہ ضروری تقاضے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے واضح فرما دیئے ہیں۔ بعض فقہاء نے ایسے تقاضوں کے متاخر ہونے کی بنا پر انہیں "نسخ" بھی کہہ دیا ہے ورنہ قرآن و حدیث کا باہمی نسخ نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام شافعیؒ نے اسی نکتہ کی وضاحت کے لئے "الرسالہ" میں لکھا ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ کرتی ہے اور نہ قرآن حدیث کو، بلکہ دونوں کا تعلق اجمال و تفصیل کا ہے۔ (ح۔م)

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

﴿ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ ﴾ (النساء: ٦٤)
"ہم نے ہر رسول کو اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے"

ان آیات سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت ایک مطاع اور متبوع کی ہے جس کی اطاعت واتباع اہل ایمان کے لئے ضروری ہے۔

علاوہ ازیں آپ کو جھگڑوں میں فیصلے کے لئے حاکم اور حَکم بنایا گیا، جیساکہ آیتِ مذکورہ بالا ﴿ وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْئٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ کے علاوہ ان آیات سے بھی واضح ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النساء: ٦٥)

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾ (الاحزاب: ٣٦)

آپ ﷺ کی یہ حاکمانہ حیثیت بھی آپ کی مستقل اطاعت کو ضروری قرار دیتی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کی آیت ﴿ مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ (الحشر: ٧) میں بھی آپ ﷺ کا یہی منصب بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس بات کا حکم فرمائیں، وہ لے لو (یعنی اس پر عمل کرو) اور جس سے منع فرمادیں، اس سے رُک جاؤ- گویا آپ ﷺ آمر وناہی بھی ہوئے۔

اسی طرح قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کے جو فرائضِ منصبی بیان فرمائے ہیں ان میں تلاوتِ آیات کے ساتھ ساتھ تعلیمِ کتاب و حکمت کا بھی ذکر ہے ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (آل عمران: ١٦٤، الجمعہ: ٢) نیز ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (البقرۃ: ١٥١)

ظاہر بات ہے کہ یہ تعلیمِ کتاب و حکمت، تلاوتِ آیات سے یکسر مختلف چیز ہے۔ اگر آپ ﷺ کا مقصدِ بعثت صرف تلاوتِ آیات ہی ہوتا، اس کی تعلیم و تشریح آپ کی ذمے داری نہ ہوتی تو قرآن، تعلیم کتاب و حکمت کے الگ عنوان سے اس کا ذکر کبھی نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم کتاب و حکمت بھی آپ کا منصب ہے اور اس سے مراد آپ ﷺ کی وہی تبیین و تشریح ہے جس کی وضاحت گذشتہ صفحات میں کی گئی ہے۔

بہرحال قرآن کریم کی بیان کردہ تفصیلات سے واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیثیت نعوذ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

باللہ صرف ایک "قاصد" اور "چٹھی رساں" کی نہیں ہے جس طرح کہ حدیث کی تشریعی حیثیت سے انکار کرکے باور کرایا جارہا ہے بلکہ آپ کی حیثیت ایک مطاع و متبوع، قرآن کے مُعلّم و مُبیّن اور حاکم و حَکَم کی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کے جو فرامین صحیح سند سے ثابت ہیں، وہ دین میں حجت اور اسی طرح واجبُ الاطاعت ہیں جس طرح قرآنی احکام پر عمل اہل ایمان کے لئے ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم نے قرآن کریم اور احادیثِ رسول ﷺ میں کوئی فرق نہیں کیا اور دونوں کو نہ صرف یکساں واجب الاطاعت جانا بلکہ احادیث کو قرآن ہی کا حصہ گردانا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر فرمایا:

لعن اللہ الواشمات والموتشمات والمتنمّصات والمتفلّجات للحسن، المغیرات خلق اللہ (صحیح بخاری کتاب التفسیر: ج ۲، ص ۷۲۵)

"اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور حسن کے لئے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرنے والی ہیں"

حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس بات کا علم قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت اُمِّ یعقوب کو ہوا، تو وہ حضرت ابن مسعود کے پاس آئی اور آکر کہا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے"۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: "ومالی لا العن من لعن رسول اللہ ﷺ ومن هو فی کتاب اللہ" "آخر میں کیوں نہ ان پر لعنت کروں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ کے مطابق بھی ملعون ہیں" اس عورت نے کہا: "میں نے سارا قرآن پڑھا ہے، اس میں تو کہیں بھی (مذکورہ) عورتوں پر لعنت نہیں ہے، جس طرح کہ آپ کہتے ہیں" آپ نے فرمایا: "اگر تو قرآن کو (غور سے) پڑھتی تو اس میں ضرور یہ آیت پاتی ﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾ وہ عورت کہنے لگی "ہاں یہ آیت تو ہے" حضرت ابن مسعود نے فرمایا "تو نبی ﷺ نے ہی (مذکورہ) قابل لعنت چیزوں سے منع فرمایا ہے" (صحیح بخاری)

اس حدیث میں دیکھ لیجئے: حضرت ابن مسعود نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اللہ کا فرمان اور کتاب اللہ کا حکم قرار دیا اور جب اس دور کی پڑھی لکھی خاتون کو بھی یہ نکتہ سمجھایا گیا تو اس نے بھی اسے بلا تامل تسلیم کرلیا۔ اس کا صاف مطلب ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک نبی ﷺ کی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ قرآن ہی کی طرح وحی الٰہی کا درجہ رکھتے تھے ؎

گفتہ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

خود نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے ایسے فیصلوں کو، جو قرآن میں منصوص نہیں ہیں، کتاب الٰہی کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ جس طرح شادی شدہ زانی کی سزا حد رجم ہے جو نبی ﷺ نے قرآن کے عموم میں تخصیص کر کے مقرر فرمائی۔ آپ ﷺ نے اس حد رجم کو "کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ" قرار دیا: لاقضین بینکم بکتاب اللہ (حدیث عسیف، البخاری، باب الاعتراف بالزنا و دیگر مقامات)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بابرکت دور کو دیکھ لیجئے! آپ کو نمایاں طور پر یہ چیز ملے گی کہ ان کے مابین مسائل میں اختلاف ہوتا تو حدیثِ رسول ﷺ کے معلوم ہوتے ہی وہ اختلاف ختم ہو جاتا اور حدیث کے آگے سب سرِ تسلیم خم کر دیتے۔

نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی تدفین اور آپ ﷺ کی جانشینی کے مسئلے میں اختلاف ہوا۔ جب تک ان کی بابت حدیث کا علم نہ ہوا، اس پر گفتگو ہوتی رہی لیکن جوں ہی حدیث پیش کی گئی، مسئلے حل ہو گئے۔ تدفین کے مسئلے میں بھی اختلاف ختم ہو گیا اور جانشینی جیسا معرکہ آراء مسئلہ بھی پلک جھپکتے میں حل ہو گیا۔

اس طرح متعدد قضایا اور واقعات ہیں جن میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ حدیث رسول ﷺ کو بلا تامل حجتِ شرعیہ سمجھا گیا اور اس کا علم ہوتے ہی بحث و تکرار کی بساط لپیٹ دی گئی۔ عہد صحابہ کے بعد تابعین و تبع تابعین اور ائمہ و محدثین کے ادوار میں بھی حدیثِ رسول کی یہ تشریعی حیثیت قابل تسلیم رہی۔ بلکہ کسی دور میں بھی اہل سنت والجماعت کے اندر اس مسئلے میں اختلاف نہیں رہا۔

حدیث رسول کی یہی وہ تشریعی اہمیت تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر محدثین کا ایسا بے مثال گروہ پیدا فرمایا جس نے حدیثِ رسول کی حفاظت کا ایسا سروسامان کیا کہ انسانی عقلیں ان کاوشوں کو دیکھ دنگ رہ گئیں اور حدیث رسول ﷺ کی تہذیب و تنقیح کے لئے ایسے علوم ایجاد کئے جو مسلمانوں کے لئے سرمایہ صد افتخار ہیں۔ اگر حدیثِ رسول ﷺ کی یہ تشریعی اہمیت نہ ہوتی، جس طرح کہ آج کل باور کرایا جا رہا ہے، تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ محدثین کرام رحمہم اللہ کو حفاظت حدیث کے لئے اتنی عرق ریزی اور جگر کاوی کی پھر ضرورت کیا تھی؟

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مولانا حالی نے کیا خوب محدثین کو منظوم ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

گروہ ایک جویا تھا علم نبی ﷺ کا　لگایا پتہ جس نے ہر مُفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا　کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسون
کیا فاش جو عیب راوی میں پایا　مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا بتایا　ائمہ میں جو داغ دیکھا جتایا
طلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ مُلّا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

قرآن کریم جس قسم کا انسانی معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے، جو تہذیب و تمدن انسانوں کے لیے پسند فرماتا ہے اور جن اقدار و روایات کو فروغ دینا چاہتا ہے، اس کے بنیادی اصول اگرچہ قرآن کریم میں بیان کر دیے گئے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کی عملی تفصیلات و جزئیات سیرتِ رسول ﷺ ہی نے مہیا کی ہیں، اس لئے یہ اسوۂ رسول، اسوۂ حسنہ، جو احادیث کی شکل میں محفوظ و مدوّن ہے، ہر دور کے مسلمانوں کے لیے ایک بیش قیمت سرمایہ رہا ہے۔ اسی اتباع سنت اور پیرویِ رسول ﷺ کے جذبے نے مسلمانوں کو ہمیشہ الحاد و زندقہ سے بچایا ہے۔ شرک و بدعت کی گرم بازاری کے باوجود توحید و سنت کے شعلوں کو فروزاں رکھا ہے، مادیت کے جھکڑوں میں روحانیت کے دیئے جلائے رکھے ہیں اور شرارِ بولہبی پر چراغِ مصطفوی غالب رہا ہے۔

آج جو لوگ سنتِ رسول ﷺ کی تشریعی حیثیت کو ختم کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، وہ دراصل اتباعِ سنت کے اسی جذبے کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں جو قرآن کریم کے بپا کردہ اسلامی معاشرے کی روح اور بنیاد ہے اور جس کے بعد انسانوں کے اس معاشرے کو، جس میں مسلمان بستے ہیں، مغربی تہذیب و تمدن میں ڈھالنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہمارے معاشرے کا یہی طبقہ جو بدقسمتی سے ہمہ مقتدر بھی ہے، حدیثِ رسول ﷺ کی حجیت کا مخالف ہے اور قرآن کے نام پر مغربی تہذیب کو بڑی تیزی سے فروغ دے رہا ہے۔

پچھلے مختلف ادوار میں بھی اگرچہ انکار حدیث کا یہ فتنہ کسی نہ کسی انداز سے رہا ہے لیکن جو عروج اسے اس زمانے میں حاصل ہوا ہے، اس سے پیشتر کبھی نہ ہوا اور جو منظم سازش اس وقت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اس کے پیچھے کار فرما ہے، پہلے کبھی نہ تھی۔

اسلام کی ابتدائی دو صدیوں کے بعد معتزلہ نے بعض احادیث کا انکار کیا، لیکن اس سے ان کا مقصود اپنے گمراہانہ عقائد کا اثبات تھا۔ اسی طرح گذشتہ چودھویں صدی میں نیچر پرستوں نے احادیث کی حجتِ شرعیہ میں مین میکھ نکالا۔ اس سے بھی ان کا مقصود اپنی نیچر پرستی کا اثبات اور معجزات قرآنی کی من مانی تاویلات تھا۔ نیچر پرستوں کا یہی گروہ اب مستشرقین کی "تحقیقاتِ نادرہ" سے متاثر، ساحرانِ مغرب کے افسوں سے مسحور اور شاہد تہذیب کی عشوہ طرازیوں سے مرعوب ہو کر ایک منظم طریقے سے قومِ رسولِ ہاشمی کو ان کی تہذیب و معاشرت سے محروم اور اسلامی اقدار و روایات سے بیگانہ کر کے تہذیبِ جدید کے سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مغربی نو مسلم فاضل علامہ محمد اسدؒ لکھتے ہیں:

> آج جب کہ اسلامی ممالک میں مغربی تہذیب کا اثر و نفوذ بہت بڑھ چکا ہے، ہم ان لوگوں کے تعجب انگیز رویے میں، جن کو "روشن خیال مسلمان" کہا جاتا ہے، ایک اور سبب پاتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا اور زندگی میں مغربی تہذیب کو اختیار کرنا ناممکن ہے۔ پھر موجودہ مسلمان نسل اس کے لئے تیار ہے کہ ہر مغربی چیز کو عزت کی نگاہ سے دیکھے اور باہر سے آنے والے ہر تمدن کی اس لئے پرستش کرے کہ وہ باہر سے آیا ہے اور طاقت ور اور چمک دار ہے۔
>
> مادی اعتبار سے یہ افرنگ پرستی ہی اس واقعہ کا سب سے بڑا سبب ہے کہ آج احادیثِ رسول اللہ ﷺ اور سنت کا پورا انظام رواج نہیں پا رہا ہے۔ سنتِ نبوی ﷺ ان تمام سیاسی افکار کی کھلی اور سخت تردید کرتی ہے جن پر مغربی تمدن کی عمارت کھڑی ہے۔ اس لئے وہ لوگ جن کی نگاہوں کو مغربی تہذیب و تمدن خیرہ کر چکا ہے وہ اس مشکل سے اپنے کو اس طرح نکالتے ہیں کہ حدیث و سنت کا بالکلیہ یہ کہہ کر انکار کر دیں کہ سنتِ نبوی ﷺ کا اتباع مسلمانوں پر ضروری نہیں، کیونکہ اس کی بنیاد ان احادیث پر ہے جو قابل اعتبار نہیں ہیں اور اس مختصر عدالتی فیصلے کے بعد قرآن کریم کی تعلیمات کی تحریف کرنا اور مغربی تہذیب و تمدن کی روح سے انہیں ہم آہنگ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے" (اسلام ایٹ دی کراس روڈس۔ بحوالہ "اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں حدیث کا بنیادی کردار" ص ۴۲، طبع ہند لکھنؤ)

یہی علامہ محمد اسد "سنت" کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"سنت نبوی ﷺ ہی وہ آہنی ڈھانچہ ہے جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے اگر آپ کسی عمارت کا ڈھانچہ ہٹا دیں تو کیا آپ کو اس پر تعجب ہو گا کہ عمارت اس طرح ٹوٹ جائے جس طرح کاغذ کا گھروندا"

"یہ اعلیٰ مقام جو اسلام کو حاصل ہے، اس حیثیت سے حاصل ہے کہ وہ ایک اخلاقی، عملی، انفرادی اور اجتماعی نظام ہے، جو اس طریقے سے (یعنی حدیث اور اتباعِ سنت کی ضرورت کے انکار سے) ٹوٹ کر اور بکھر کر رہ جائے گا" (حوالہ مذکور)

ایسے مدعیانِ اسلام کی بابت، جو اتباعِ رسول ﷺ سے گریزاں اور حجیتِ احادیث کے منکر ہیں، علامہ فرماتے ہیں:

"ایسے لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے جو کسی محل میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کنجی کو استعمال کرنا نہیں چاہتا جس کے بغیر دروازے کا کھلنا ممکن ہی نہیں" (اسلام ایٹ دی کراس روڈس۔ بحوالہ "معارف" اعظم گڑھ۔ دسمبر ۱۹۳۴)

حمدِ باری تعالیٰ

ازل ہی سے ملا ہے مجھ کو ذوقِ لطفِ ربانی
مرا دل بن گیا ہے مرکزِ انوارِ یزدانی

اسی نے نور بخشا ہے نگاہوں کو بصیرت کا
جلاتا ہے وہی انساں کے دل میں شمعِ ایمانی

وہی دیتا ہے دل کو آرزو فکرِ رسالت کی
سکھائے ہیں اسی نے ہم کو انداز جہاں بانی

وہی کرتا ہے روشن لطف سے تاریک سینوں کو
نظر کو بخش دیتا ہے کرم سے نورِ عرفانی

شعور ذات کی دولت عطا کرتا ہے انساں کو
اسی کے در پہ جھکتی ہے شہنشوں کی پیشانی

اسی کی جلوہ فرمائی نظر کو خیرہ کرتی ہے
اسی کے حسن نے بخشا ہے دل کو سوزِ پنہانی

ہوا قلب میں ہوتا ہے روشن نور کا جلوہ
شعور ذات سے اس کی خرد ہے محوِ حیرانی

اسی کا نور جلوہ گر ہوا اقصائے عالم میں
اسی کے نور سے ملتی ہے تاروں کو درخشانی

میرے اشعار ہیں اسرار آئینہ صداقت کا
میں وجدانِ تقدس سے ہی کرتا ہوں غزل خوانی!

اسرار احمد سہاوری

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ